خوشیوں کی رم جھم

رابعہ رشید نووا

سورج کی نارنجی کرنیں ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے لال و زرد گولا آسمان پر رکھا گیا ہو۔ ہلکی ہلکی ہوا بڑی بھلی محسوس ہو رہی تھی۔ ہادی نے سورج کی طرف دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر ٹریکٹر کا گیئر بدلا جس سے ٹریکٹر کی سپیڈ میں اضافہ ہوا۔ جونہی اس نے موڑ کاٹا، اسے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی جاتی دکھائی دی۔ اس نے ارد گرد دیکھا تو اسے دور دور تک کوئی دکھائی نہ دیا۔ اس نے ہاتھ جھٹک کر گھڑی پر ٹائم دیکھا۔ اتنے میں ٹریکٹر لڑکی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ لڑکی نے جونہی ٹریکٹر کی آواز سنی تو جلدی سے اپنا گلابی دوپٹہ جس پر سفید و سبز کڑھائی کی ہوئی تھی، منہ کی طرف کھینچا اور تیز قدموں سے چلنے لگی۔ ہادی یہ دیکھ کر مسکرایا۔ پھر اس کے قریب جا کر ٹریکٹر روکا اور اسے پکارا:

"نور۔۔۔۔!" وہ دو قدم چلی تو اس نے پھر سے پکارا:

"نور ایک منٹ رکو۔" وہ آواز سن کر رکی۔ وہ اس آواز کو ہزاروں میں پہنچان سکتی تھی پھر کیوں نہ رکتی۔

"آجاؤ، رک کیوں گئی ہو؟" ہادی بولا۔

"نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

"آجاؤ بھئی یا خود لے جاؤں؟" وہ مبہم مسکراہٹ سے بولا۔ وہ لمحہ بھر کو مسکرائی دائیں رخسار پر پڑنے والا ڈمپل بے حد بھلا محسوس ہوا۔ وہ آگے بڑھی اور ٹریکٹر کو دیکھا کہ کس طرح سے اوپر چڑھے۔ ہادی نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ جھجھکتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور

اوپر چڑھی۔ٹائروں کے اوپر بنی ہوئی سیٹ پر ہادی کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی۔ہادی نے اسے دیکھااور شرارت بھرے انداز میں کہا:

"خیال سے بیٹھنا یوں نہ ہو کہ نیچے گر جاؤاور کوئی چوٹ وغیرہ لگ جائے اور تمہارا باوا میرا برتھا بنادے۔"

اب میں اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں۔"وہ منہ پھلا کر بولی۔"

اچھا جی!یعنی وہ بھولی بھالی نور اب اس گاؤں میں نہیں رہی جو دن،رات مجھ سے لڑتی رہتی تھی اور میں بیچارا۔۔۔۔"وہ آخر میں معصوم منہ بنا کر بولا۔

کیا بیچارا؟ہاں آگے بولو ذرا۔۔۔۔"وہ ہاتھ لہرا کر بولی۔"

اور میں بچارا آئے دن چچا سے مار کھاتا رہتا اور وہ بھی "اس نور" کی وجہ سے۔"وہ اسی معصوم لہجے میں بولا تھا۔

اچھا!"کہنے کے ساتھ اس نے اس کے کندھے پر مکا رسید کیا۔"

ہائے ظالم!تمہارے تو ہاتھ ہی بڑے بھاری ہیں میں تو پوری زندگی مار کھاتے کھاتے مر جاؤں گا۔"وہ تیزی سے کندھا سہلاتے ہوئے بولا۔اس کی یہ بات سن کر وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"ارے ارے!ٹریکٹر تورو کو بھئی،کیا گھر میں جانے کا ارادہ نہیں ہے؟"

دل تو یہی کر رہا ہے کہ گھر سے باہر ہی گزار دوں یونہی تمہیں ساتھ لے کر۔"وہ معنی خیز شرارت سے بولا اور ساتھ ہی ٹریکٹر روک بھی دیا۔وہ سنی ان سنی کرتی گھر میں داخل ہو گئی اور وہ بھی گاڑی کو گیراج میں کھڑا کرنے کے بعد اس کی تقلید میں اندر چلا گیا۔

حسن صاحب کے دو ہی بیٹے تھے۔ایک محمد علی اور دوسرا حنان علی دونوں کی شادی اس نے ایک ساتھ بڑے دھوم دھام سے کی۔ان کی بہت ساری زمینیں تھیں جن پر سارا کام وہ اور محمد علی مل کر کرتے تھے جبکہ حسن صاحب کا چھوٹا بیٹا حنان علی کاروبار کے سلسلے میں دوسرے شہروں میں جاتا رہتا تھا۔ محمد علی اور ثمرہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بادی رکھا گیا۔

اس کے ایک سال بعد حنان علی اور آمنہ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کا نام نور رکھا گیا۔ جب ہادی سات سال کا اور نور چھ سال کی تھی تو ایک دن حسن صاحب زمینوں سے لوٹے اور پھر جو سوئے تو اُٹھے ہی نہیں۔اس کا اثر سب گھر والوں پر پڑا۔اب سارا زمینوں کا کام محمد علی ہی سنبھالتے تھے۔

ہادی!" گیارہ سالہ نور نے اسے پکارا۔اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ صبح کا وقت" تھا اور وہ دونوں سکول جا رہے تھے۔دونوں پانچویں جماعت میں پڑھ رہے تھے۔

وہ۔۔۔۔۔۔"اس نے امرود کے درخت کی طرف اشارہ کیا تو وہ ناسمجھی کے عالم میں اسے" دیکھنے لگا۔

افوہ بھئی! مجھے ہی دیکھتے رہو گے کہ اتار کے بھی دو گے؟" وہ غصے اور جھنجھلاہٹ بھرے" لہجے میں بولی۔

کیا اتار دوں ؟" وہ بھولپن سے بولا۔"

میرا سر..." وہ غصے سے بولی۔"

ایک تو تمہارے دماغ میں چھوٹی سی بات نہیں آتی۔ مجھے تو لگتا ہے جیسے اللہ پاک نے"

"تمہاری اس کھوپڑی میں دماغ کی بجائے بھوسا بھر دیا ہے۔

وہ ہاتھ سے اس کے سر پر دباؤ دیتے ہوئے بولی۔

اب میرا منہ ہی تکتے رہو گے اور تب تک چاچا شید آ جائے گا۔ جلدی سے پانچ چھ امرود توڑ"

کر لاؤ اور پھر مل کر کھائیں گے۔ اس کے ہچکچانے پر وہ اسے بچوں کی طرح پچکارتے ہوئے

بولی۔

چاند نہیں ہو میرے ! دیکھو چاند تو اتار دیا کرتے ہیں نا، جلدی جلدی اتار کے لاؤ سکول سے"

دیر ہو جائے گی ورنہ۔" پھر اسے چڑھتے ہی بنی اور اس نے جو امرود اتارے وہ نور نے اپنے

بیگ میں ٹھونس لیے اور شاہانہ انداز میں بولتی ہوئی چل دی۔ اب آ جاؤ میں جا رہی ہوں۔

ابھی وہ درخت سے اترا ہی تھا کہ اسے بھاری مردانی آواز سنائی دی۔

"یہاں کیا کر رہے ہو لڑکے ؟"

جی۔۔۔۔۔ ک۔۔۔ کک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔" اسے لگا جیسے اس کا حلق خشک ہو گیا"

ہو۔ ہادی نے اس کی طرف دیکھا جس نے اپنے ہی قد جتنا لمبا ڈنڈا اٹھا رکھا تھا۔ اس کے بدن

پہ سفید بنیان اور لنگی تھی۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں اسے خوفناک بنا رہی تھی۔ اس نے

اپنی سرخ آنکھیں ادھر ادھر گھمائیں۔

کہاں جارہے ہو؟"اس کی بھاری رعب دار آواز پھر سے سنائی دی۔"

وہ۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔"وہ ہکلا گیا تھا۔"

کیا وہ، وہ، میں، میں کی رٹ لگا رکھی ہے۔"وہ قہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا"

تھا۔

وہ میں سکول جارہا تھا۔"ہادی خوف زدہ آواز میں بولا۔"

اس کا خوف کی وجہ سے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر وہ بولا:"آج پہلی اور آخری بار تمہیں معاف کر رہا ہوں آئندہ اگر امرود توڑنے کی کوشش کی تو۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسے انگلی اٹھا کر وارن کرتے ہوئے بولا۔

جاؤ بھاگو یہاں سے۔"وہ جلدی سے مڑا اور اپنا جوتا پہنا اور بیگ اٹھا کر جانے ہی لگا تھا کہ وہ"

:پھر سے بولا

ایک منٹ رکو۔"وہ خوف زدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے رکا۔"

وہ امرو۔۔۔۔۔اٹھا کر لے جاؤ۔"اس نے ایک گرے ہوئے امرود کی طرف اشارہ کیا۔"

ہادی نے امرود اٹھایا اور سکول کی طرف چل دیا۔اس کے جانے کے بعد وہ موچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مسکرایا۔ہادی کچھ ہی دیر بعد اس کے قریب جا پہنچا۔اس کو نور نے ایک بھی امرود نہ دیا۔ہادی نے صرف وہی امرود کھایا جو کہ چاچا شید انے دیا تھا۔

نور ایک شرارتی اور لڑنے جھگڑنے والی لڑکی تھی جبکہ ہادی ان کاموں سے دور بھاگتا تھا۔

پانچویں کلاس میں ان کا شاندار رزلٹ آیا تو گاؤں بھر میں مٹھائیاں بانٹیں گئیں۔اس کے بعد

وہ شہر میں پڑھنے کے لیے جاتے تھے۔ انھیں ایک ڈرائیور سفید چمچماتی گاڑی میں روزانہ چھوڑ آتا تھا۔ میٹرک کے بعد نور کو گھر بٹھانے کا کہا گیا مگر ہادی کی کوششوں سے وہ آگے پڑھنے بھی جانے لگی تھی۔

وہ دونوں اب موٹر سائیکل پر کالج جاتے تھے اور نور اسے راستے بھر میں ہنسواتی رہتی تھی۔

ہادی ایک منٹ رکو۔" نور نے اسے رکنے کو کہا لیکن وہ سنی ان سنی کرتا بائیک چلاتا رہا۔ یہ" دیکھ کر نور نے اس کا کندھا پکڑ کر اس شدت سے ہلایا کہ بائیک گرتے گرتے بچی تھی۔

کیا مسئلہ ہے تمہیں؟" ہادی قمیض درست کرتے ہوئے بولا اور ساتھ ہی بائیک سے بھی اتر" گیا۔

وہ امرود تو اتار دو۔" وہ بے حد معصومیت سے بولی۔ اس نے غصے سے اسے دیکھا اور پھر سے" بائیک پر بیٹھ گیا۔

"یہی کہنا تھا؟، بیٹھو۔"

ہادی اتار دو نا بہت دل کر رہا ہے۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔ وہ اترا اور غصے سے اسے" چند امرود اتار کر دیے۔ صد شکر کہ آج وہاں کوئی نہ آیا اور وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ نور کو امرود بے حد پسند تھے چاہے وہ کچے ہوں یا پکے۔

یہ لو تم بھی کھاؤ۔" وہ کھاتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ہادی نے چلتی" بائیک سے کندھے پر رکھے ہاتھ کو دیکھا اور پھر غصے سے بولا: "میں نے نہیں کھانے۔"

نہ بھی کھاؤ میرا کیا جائے گا۔" وہ ہاتھ پیچھے کرنے لگی تھی کہ وہ امرود چھیننے کے ساتھ بولا:"

ارے ایسے معاف کر دوں گا سارے امرود تم ہی کھاؤ گی۔" اور ساتھ ہی امرود کھانے لگا۔"
نور کی وجہ سے اسے بھی امرود اچھے لگتے تھے۔

حنان علی آج زمین دیکھنے کے لیے آئے تو محمد علی بھی ساتھ تھے اس نے اس کو ساری زمینیں دکھائی اور پھر وہ دونوں ٹیوب ویل پر آ کر بیٹھ گئے۔ اس کے ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا اور پھر محمد علی اس سے اس کے کاروبار کے سلسلے میں پوچھنے لگا پھر وہ بولا:
حنان بھائی میرے مرنے جینے کا کوئی بھروسہ نہیں کیا پتہ کہ کل مر جاؤں۔ میں اپنا ہادی"
"تمہارے سپرد کرتا ہوں۔
ارے بھائی کیسی باتیں کرتے ہیں؟" وہ پریشان ہو گیا۔"
کیا آپ اپنی اس قدر لائق بیٹی میرے نالائق بیٹے کے لیے دے سکتے ہیں؟" وہ بولا تو صرف"
اتنا۔
ارے تمھارا بیٹا تو ہیرا ہے ہیرا۔ کون اسے بیٹی نہیں دینا چاہیے گا۔ مجھے یہ رشتہ دل و جان"
سے قبول ہے۔" حنان علی خوش ہو اٹھا۔
تو ٹھیک ہے اس جمعہ کے مبارک دن کو منگنی کی رسم رکھ لیتے ہیں۔" محمد علی نے حنان علی"
سے کہا۔

ٹھیک ہے۔" بڑی دھوم دھام سے ان کی منگنی کی گئی لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ زمانہ" ان کی اس خوشی کو جلد از جلد نگل لے گا کیونکہ زمانہ کسی کی بھی خوشی کو نہیں دیکھ سکتا اس وجہ سے ان کی خوشی کو بھی غم میں تبدیل کر دیتا ہے۔

"لگا لو رٹے جتنے بھی لگانے ہوں لیکن پھر بھی مجھ سے زیادہ نمبرز نہیں آئیں گے۔"
ہادی جو ابھی ابھی اوپر والی منزل پر آیا تھا اسے رٹے لگاتے ہوئے دیکھ کر بولا تھا۔
وہ دونوں اب سیکنڈ ایئر کے طالب تھے۔اس نے ایک غصے والی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے رٹا لگانے میں مصروف ہو گئی۔ہادی نے اس کا جائزہ لیا۔
وہ گندمی رنگت کی ایک پرکشش لڑکی تھی جس کی سیاہ آنکھیں، جس پر دراز مڑی ہوئی پلکیں، جو اس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی تھیں۔ تیز سرخ ریشمی دوپٹہ سر پر پہنے وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔دوپٹہ بار بار اتر رہا تھا جسے وہ پھر سے سر پر ٹکانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔
اس کے سیاہ بال لٹوں کی صورت میں اس کے چہرے کا طواف کرتے دکھائی دیے جسے وہ بار بار کانوں کے پیچھے کر رہی تھی۔اس کے بال کمر سے نیچے تک آتے تھے جس کی وہ زیادہ تر چوٹی بنائے رکھتی تھی۔ہادی کے لب اپنے آپ مسکرائے۔اسی وقت نور نے اسے دیکھا جو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

کیا مسئلہ ہے تمہیں؟ دانت کیوں نکال رہے ہو؟" وہ بولی جس پر ہادی اور زیادہ مسکرایا۔"
وہ۔۔۔۔"اس نے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اس کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔"
کیا وہ؟"اس نے بال پیچھے کرتے ہوئے کہا۔"
ایک تو تمہاری اس کھوپڑی میں چھوٹی سی بات نہیں آتی۔ مجھے تو لگتا ہے جیسے اللہ پاک نے تمہاری اس کھوپڑی میں دماغ کی بجائے بھوسا بھر دیا ہے۔"اس نے اس کی سالوں پہلے کی بات کو لفظ بہ لفظ دہرایا۔ پہلے تو وہ نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھتی رہی پھر جب سمجھ میں آئی تو پھر وہ بولی:

اچھا!" وہ غصے سے بولتی اس کی طرف دوڑی۔ ہادی نے یہ دیکھا تو سیڑھیوں کی طرف دوڑا" اور تین تین، چار چار سیڑھیوں کو ایک ساتھ عبور کرتا چلا گیا۔ وہ بھی جلدی جلدی اس کے پیچھے اترنے لگی۔ ابھی ہادی سیڑھیوں سے اتر کر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آنے والی شخصیت سے ٹکرا گیا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہوا اور دیکھا تو حنان علی غصے سے اسے دیکھ رہے تھے۔

ایک تو ہادی صاحب آپ کو ہر وقت جلدی ہوتی ہے۔ اب یہ سارے کاغذات اٹھاؤ اور" انھیں ترتیب دو۔ بڑی مشکل سے ترتیب دیے گئے تھے اور آپ کے ایک جھٹکے سے بکھر کر رہ گئے۔"اس نے کسی کا غصہ ہادی پر نکالا۔

ویسے یہ بات ہے کہ اگر کسی کو غصہ دوسرے پر ہو اور آگے کوئی اور مل جائے اور پھر وہ کوئی بات کہہ دے تو پھر وہ سارا غصہ اس پر ہی انڈیلا جائے گا اور غصے کا گراف بھی ایک سو پر پہنچنے کی بجائے ایک سو پانچ پر ہو گا۔ بالکل اسی طرح ہادی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ ہادی نے منہ بنا کر

نور کی طرف دیکھا تو اس نے منہ چڑایا اور سیڑھیاں چڑھ گئی جبکہ ہادی اس نئی مصیبت میں پھنس گیا اور ساتھ ہی ساتھ حنان علی سے غصے بھرے کلمات بھی سننے پڑے۔

پیپرز ہو چکے تھے اور اب رزلٹ آنے کا انتظار تھا جس کے لئے بے حد دعائیں اور منتیں مانگیں جا رہی تھیں۔

ہادی صبح سویرے سیر اور ورزش کرنے چلا جاتا اور پھر کرنے کے بعد کھیتوں میں کام کرنے جاتا تھا۔اس دن جب صبح سویرے وہ جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا تو نور اس کے پاس آ کر بولی: "میں بھی چلوں تمہارے ساتھ؟" اس کے ہاتھ لمحے بھر کو رکے پھر اس نے نور کی طرف دیکھا۔

"کیا کرو گی وہاں جا کر؟" وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کچھ بھی کر لوں گی۔" وہ سیدھا کھڑا ہوا اور پر سوچ نظریں اس پر گاڑھ دی۔

"اگر نہیں لے کر جانا تو صاف صاف کہہ دو۔ سوچ کیوں رہے ہو؟" وہ منہ پھلا کر بولی تھی۔

یہ دیکھ کر وہ مسکرایا اور وہ اسے مسکراتا دیکھ کر وہ پیر پٹختی چل دی۔

"ارے رکو تو۔" وہ بھی اس کے پیچھے لپکا تھا۔وہ سنی ان سنی کرتی کمرے میں چلی گئی اور دروازہ بھی بند کرنے لگی تھی جب ہادی بولا:

"نور! بات تو سنو۔" وہ دروازہ کھولتے ہوئے بولا تھا۔

میں تو کچھ نہیں سوچ رہا تھا۔"

اور وہ کیا تھا جو اپنے دانتوں کی نمائش کروا رہے تھے، بولو؟" وہ غصے سے بولی۔"

دیکھو نور! تم چل رہی ہو یا نہیں؟" وہ ٹائم دیکھتے ہوئے بولا۔"

آنا ہو تو آ جاؤ۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھا وہ چند لمحے اسے"

گھورتی رہی اور پھر اس کی تقلید کرتی باہر نکل آئی۔

دیکھو نور! اب میں بھاگنے لگا ہوں اگر تم نے بھاگنا ہے تو ٹھیک ورنہ یہی رکو میں یوں گیا اور"

یوں آیا۔" وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔

میں بھی بھاگوں گی۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے بولی۔ یہ دیکھ کر ہادی مسکرایا۔"

تو پھر شروع ہو جاؤ۔" یہ سن کر اس نے اپنا دوپٹہ بائیں کندھے پر برابر کر کے دائیں بازو"

کے نیچے سے باندھا اور جوتا اتار کر اسے دیکھا۔ پھر دونوں نے ایک ساتھ شروع کیا، لمحوں

میں ہادی اس سے آگے ہو گیا۔ وہ بھی اس تک پہنچنے کی پوری کوشش کر رہی تھی تبھی ایک

موٹا کانٹا اس کے پاؤں میں چبھا اور ایک زوردار چیخ اس کے منہ سے نکلی اور وہ کٹے ہوئے

درخت کی مانند نیچے گری تھی۔ کچی جگہ تھی جس کی وجہ سے اور تو کوئی چوٹ نہ آئی مگر پاؤں

میں جیسے درد کی لہریں سی گزر رہی تھیں۔ چیخ سن کر ہادی دوڑ کر اس کی طرف آیا اور پھولی

سانسوں کے ساتھ پوچھا:

کیا ہوا؟" نور نے اپنا پاؤں اس کی طرف کر دیا، آنسو قطار در قطار بہہ رہے تھے۔ میں اسے"

نکالنے لگا ہوں لیکن کوشش کرنا چیخ نہ نکلے کیونکہ صبح صبح آواز دور تک جاتی ہے۔" ہادی نے

پاؤں اور اس کی طرف دیکھا جس نے گردن بڑے زور زور سے آگے پیچھے ہلائی اور ساتھ ہی دوپٹہ منہ میں ٹھونسا اور اوپر سے دونوں ہاتھ بڑی مضبوطی سے ٹکا دیے تھے۔ اس نے جونہی کانٹا نکالا تو اس کے پاؤں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ یہ دیکھ کر پہلے تو اس نے اسے ہاتھ سے روکنا چاہا مگر وہ ہاتھ کو بھی رنگین کرتا گیا تو اس نے کندھے پر رکھے اپنے رومال سے ایک پٹی پھاڑی اور کس کر اس کے پاؤں پر باندھ دی۔

یہی وجہ تھی کہ میں نہیں لانا چاہتا تھا۔ اب چلو گھر چلتے ہیں۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا" ہوا اور اس کی طرف دیکھا جو اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور ایک جھٹکے سے اسے اٹھایا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ نمایاں تھی۔ اس نے اپنا جوتا ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ گھر والوں نے اس کے لنگڑانے کی وجہ پوچھی تو اس نے سارا واقعہ سنایا۔ جس پر گھر والوں نے اسے نصیحت کی اور وہ ہر نصیحت پر اسے گھور کر دیکھتی تھی جس کو وہ مسکرا کر دیکھتا رہا اور اس کی گھوریوں کا اثر بلکل بھی نہ لیا۔

ہادی آج کل محمد علی کے ساتھ مل کر زمینوں پر کام کرواتا اور ٹریکٹر کا کام بھی وہ خود کرتا تھا۔ جس پر اسے نور کی طنزیہ باتیں بھی سننے کو ملتی تھی مگر ان تمام باتوں میں بھی اسے مزا آتا تھا۔ ایک دن جب صبح ہادی ٹریکٹر زمین پر کام کرنے لے گیا اور نور نے اپنی سہیلی کے گھر دعوت پر جانا تھا، تو وہ گلابی گوٹا کناری والے سوٹ میں تیار ہو کر گئی اور وہیں سے واپسی پر وہ ہادی کے ساتھ آئی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو اس کی ماں اس کے قریب آئی اور پریشانی سے بولی۔

"نور پتر! اتی دیر کتھے لائی ہے؟ میڈا دل ہول رہا تھا۔"
بس کیا بتاؤں ماں جی! وہ تابی کی بچی مجھے چھوڑنے نہیں آ رہی تھی، آخر کار مجھے خود ہی آنا"
پڑا۔" اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی۔ پھر وہ چلتے ہوئے کھانے کی طرف آ گئی۔
ہادی جب شہر گیا تو اپنے لیے گٹار بھی ساتھ لایا تھا پھر شام کو کھانے کے بعد اس نے سب کو جمع کیا۔ انھی دنوں حنان علی کاروبار کے سلسلے میں اسلام آباد گئے ہوئے تھے۔ پھر جو اس نے گانا گایا، اس کی آواز اور ساتھ ہی چاندنی رات کا منظر گانے کے لطف کو دوبالا کر گیا۔ جونہی گانا ختم کی ہوا تو محمد علی کی خوشی سے بھرپور آواز سنائی دی۔
ماشاءاللہ! میرے پتر دی آواز بڑی سوہنی ہے۔" اسی طرح سب لوگوں نے اس کی تعریف"
کی۔ پھر یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔ اس کا گٹار گانے کے بول کے ساتھ ہی انداز بدلتا رہتا تھا وہ گانا خود لکھتا تھا۔ نور نے اس کے گانوں کی اپنے موبائل میں ریکارڈنگ کی تھی۔ پھر حنان علی واپس آ گئے اور ہادی کاموں میں مصروف ہو گیا۔ وہ کبھی کبھار نور کو گھر سے دور لے جاتا اور اسے گانا سناتا۔ وہ غور سے ہر مصرع سنتی رہتی اور کبھی کبھار اس کے بول سن کر وہ بے ساختہ ہنستی۔ ہادی مصنوعی خفگی سے اسے گھورتا۔
حنان علی حسب معمول کاروبار کے سلسلے میں شہر تھے صبح وقت تھا، ناشتہ تیار ہو رہا تھا جبکہ نور اپنے کمرے میں بیٹھی موبائل پر مصروف تھی۔ اس نے آج پھر سے دو گانے نیٹ اور فیسبک پر ڈالے اور ساتھ ہی ایک خوبصورت سی تصویر ہادی کی ڈالی۔ ہادی کا پورا نام اور ایڈریس بھی آج اس نے لکھ دیا۔ آج کل وہ بڑا مشہور ہو رہا تھا لیکن اسے اس بات کی خبر تک

نہ تھی۔ یعنی آواکا آواہی نہ جانے باغ تو سارا ہی جانے ہے۔ وہ کمرے سے نکلی اور کھانے کی طرف آگئی۔ اس کے لب آپے آپ مسکرا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ہادی کو شرارت سوجھی۔

"اے عورت! تو لمبے لمبے دانتوں کی نمائش کیوں کروا رہی ہے۔" ہادی نے مصنوعی غصہ کرتے ہوئے کہا۔ سب کی نظریں ایک دم سے ہادی اور پھر نور پر پڑی تھی جس کی مسکراہٹ یک دم سے سکڑی تھی، پھر وہ غصے سے بولی:

"اور تم کونسے دودھ پیتے بچے ہو؟" جس کا جواب جلد ہی آیا۔

"ہاں میں تو ابھی تک بچہ ہی ہوں۔" وہ معصوم منہ بناتے ہوئے بولا اور ساتھ ہی محمد علی سے پوچھا:

"ہے نا بابا! بچہ ہوں نا؟" اس کا معصومیت بھرا چہرہ دیکھ کر مسکرایا اور تائید میں سر ہلا دیا۔

"اچھا تو تم دودھ پیتے ننھے منے سے بچے ہو اور میں بوڑھی عورت، ہے نا؟" وہ ایک دم سے غصے میں آئی تھی۔

"ارے! تم تو بہت جلد خود کو جان گئی ہو۔" ہادی مسکراہٹ روکتے ہوئے مصنوعی حیرت سے بولا۔ اس سے پہلے کہ نور اسے کرارا سا جواب دیتی، محمد علی نے انھیں روکا۔

"نہ لڑو بچو، آرام سے کھانا کھاؤ۔" پھر نور سے کہا:

"جاؤ نور ہادی کے لیے دودھ لے آؤ۔" ہادی دودھ میں دو چمچ شکر ڈالتا تھا نور نے آدھا چمچ شکر ڈالا اور دودھ لے کر آئی۔ ہادی نے ایک گھونٹ بھرا اور پھر بولا:

"شکر کم ہے۔"

اچھالاؤ میں اور لے آؤں۔ "نور نے بے تاثر چہرے مگر چمکتی آنکھوں سے کہا۔ پھر پانچ چھ "
چمچ مکس کر کے لے آئی۔ اس کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ تھی۔
لو پیو۔ اب کم نہیں لگے گا۔ "ہادی نے اس کی طرف دیکھا اور پھر جان گیا کہ وہ کچھ کر کہ "
آئی ہے پھر گلاس لے لیا۔ نور اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے گلاس لبوں سے لگایا اور ایک
گھونٹ دودھ کا بھرا لیکن شکر کی مقدار حد سے زیادہ تھی۔ اس نے رحم طلب نظروں سے
اسے دیکھا تو اس نے سر کو یوں ہلایا جیسے کہہ رہی ہو۔
اب آیا مزا اور کرو مجھ پر باتیں۔ "اسے دودھ پینا پڑا کیونکہ رکھ کر وہ جا نہیں سکتا تھا۔ وہ اس "
وجہ سے کہ محمد علی کی باتیں سننیں پڑتی جو کہ اس معاملے میں سخت تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ
رزق حلال کو برباد نہیں کرتے، اس کی حفاظت کرتے ہیں تبھی یہ تمہارے پاس آتا ہے اور
جو اس کی حفاظت نہ کرے تو اللہ اس سے رزق چھین لیتا ہے۔

اس دن ہادی جونہی کالج سے باہر نکلا اور بائیک کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اسے پیچھے سے آواز
آئی۔
مسٹر ہادی! "وہ بائیک کو پکڑے ایک دم سے مڑا۔ سورج کی گرمی سے اس کی آنکھیں "
چندھیا سی گئیں۔

میں کامران انجم ! ایک چینل پر وڈیوسر ہوں۔" وہ ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔"
اس نے اس کا ہاتھ تھاما اور بولا: "بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ جی کیا خدمت کر سکتا
"ہوں آپ کی؟
بس آپ ایک کام کریں میرے لیے صرف ایک گانا میرے چینل پر گالیں۔ یہی ایک"
گزارش کرنی تھی آپ سے۔" وہ عاجزانہ انداز میں بولا۔
"لیکن سر میں۔۔۔۔۔۔"
میں نے آپ کو نیٹ پر دیکھا۔ آپ سٹوڈنٹ ہیں میں جانتا ہوں۔ شاید آپ کے کسی کزن"
نے وہ ویڈیوز ڈالی تھی لیکن مجھے آپ بے حد اچھے لگے ہیں اور اسی وجہ سے میں اتنی دور سے
آیا ہوں۔ بس ایک گانا باقاعدہ طور پر ٹی وی پر گالیں۔ پھر میں فورس نہیں کروں گا۔" اسی
طرح کی چند دوسری باتیں کر کے اس نے اسے قائل کر ہی لیا۔ اسی طرح پھر اسے کئی
دوسرے چینلز سے بھی آفرز آئیں جنہیں اس نے انکار کر دیا، سوائے دو، تین کے۔ محمد علی
نے اس کی اس ادا کو سراہا اور کامیابی کی دعا دی۔ اس کی تصویریں اور گانے اخباروں، رسالوں
اور ٹی وی پر آنے لگیں اور وہ بے حد مقبول ہونے لگا۔ نور اس پر بہت خوش تھی۔
حنان علی آج کل فارغ تھے تو اس نے سوچا کہ آج زمینیں دیکھ لے۔ محمد علی جب اسے پوری
:زمین دکھا آئے تو پھر اس کو لئے ٹیوب ویل پر بیٹھ گئے اور بولے
حنان بھائی ! میرے بچے کو کبھی تکلیف نہ دینا اور اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ جب میں مر"
جاؤں تو۔۔۔۔۔" حنان علی نے ایک دم سے اس کی بات کاٹی۔

ایک تو تمہیں یہ وہم ہو گیا ہے مرنے کا- ہادی میرا بھی بیٹا ہے۔ یہ جو تم روز روز مرنے کی بات کرتے ہو نا کیا کرو۔" پھر اس نے اسی طرح کی چند باتیں کی اور پھر وہ گھر کی طرف چل دیے۔

رزلٹ آنے کے بعد محمد علی نے ایک تقریب رکھی جس میں ہادی اور نور نے اپنے دوستوں کو بھی بلایا۔ لڑکیوں نے ہادی کو دیکھا تو سوال کیا، اس نے انھیں کزن بتایا اور اس کی طرف بڑھی جو کہ اسے بھی ابھی دیکھائی دیا تھا۔ وہ موبائل جیب میں ڈال رہا تھا۔ سفید سوٹ میں اور سبز رومال کندھے پر رکھے وہ سبھی سے الگ لگ رہا تھا۔ اس کا انداز لمحہ بہ لمحہ بدلتا رہتا تھا۔ کبھی شرارتی تو کبھی سنجیدہ ہو جاتا۔ وہ اسے دیکھنے میں مگن تھی جب ہادی نے اسے دیکھا۔ وہ سفید فراک پر سبز ریشمی دوپٹا اوڑھے پریشان دکھائی دی۔ اس نے آبرو اچکائے جیسے کہہ رہا ہو:

کیا ہوا؟" جواباً اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اچانک ہادی کا موبائل بج اٹھا۔ وہ تھوڑا پریشان تھا" جسے وہ سب سے چھپا رہا تھا مگر نور سے نہیں چھپا سکتا تھا اور نور اسی وجہ سے پریشان تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے جیب کو نیچے سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے موبائل نکالا، ایک طرف ہو کر بات کرنے لگا پھر پریشانی اس کے چہرے پر مکمل طور پر نمایاں ہو گئی تھی۔ موبائل بند کرتا تیزی سے باہر کی طرف

بڑھا تو نور بھی اس کی طرف لپکی۔ جب وہ بائیک پر بیٹھا تو اسی وقت نور بھی پہنچ گئی. بازو سے پکڑتے ہوئے پوچھا:

: کہاں جارہے ہو؟" ہادی نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھپتھپا کر کہا"
تم اندر جاؤ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں، بابا نے بلایا ہے وہیں جارہا ہوں۔" پھر وہ"
بائیک اسٹارٹ کر کے بھگا لے گیا، جبکہ وہ اسے اس وقت تک دیکھتی رہی جب تک وہ
نظروں سے دور نہ چلا گیا۔ اسے پتا تھا وہ اسے پریشانی سے دور رکھنے کے لیے نہیں بتا گیا۔

بابا آج جانا ضروری تو نہیں آپ کل چلے جایئے گا۔" محمد علی جو کہ آج فنکشن والے دن جا"
رہے تھے شہر، وہ انھیں روک رہا تھا مگر وہ جانے کے لئے بضد تھے۔ اس کی بات سن کر وہ
: بولے
ارے بابا! تمہیں کیا معلوم یہ زمینوں کے معملات کیسے ہوتے ہیں، اگر میرا جانا ضروری نہ"
ہوتا تو میں نہ جاتا۔ تم فکر نہ کرو میں ایک گھنٹے تک آجاؤں گا۔ وہ نواز میرا انتظار کرے گا شہر جا
کر تم اپنا بہت زیادہ خیال رکھنا بس۔" دراصل وہ دور اور منافع نہ دینے والی زمینیں بیچنا چاہ رہا
تھا اور ہادی انھی روک رہا تھا کیونکہ اسے کسی انہونی کا احساس بار بار ہو رہا تھا۔
میں ڈرائیور کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے،"
سمجھے۔" اس نے تسلی بھرا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔
جی ٹھیک ہے۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولا۔"

انھوں نے زمین بیچ کر ساری رقم اور اپنے اکاؤنٹ سے بھی ساری رقم نکال کر ہادی کے اکاؤنٹ میں ڈال دی۔ سارا کام سہی طرح سے ہوا تھا اور وہ وہاں سے چل پڑے تھے۔ جب محمد علی نے کہا:

اب کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ ہم اب آرہے ہیں۔" پھر جب دوبارہ فون آیا تو اسے" اس افتاد کی خبر ہوئی۔ جب ڈرائیور بولا:

او سائیں اداسائیں۔" وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔"

کیا ہوا؟" وہ حقیقت پریشان ہوا۔"

سائیں او کجھ ڈاکو اِتھے آئین تے ساڈی گڈی او تے حملہ کر ڈیتا، تے صاحب نو وڈا مار اوی" اے، او ہن زخمی تھی گین، تے نال نال کوئی مدد دا ذریعہ وی نظر نی آندا پیا۔" وہ بے حد پریشانی سے بولا۔ ہادی نے ڈرائیور کو ایمبولینس بلوانے کا کہا اور خود بھی جلدی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ جب نور نے اس سے پوچھا تو اسے تسلی اور پریشانی سے بچانے کے لئے کچھ نہیں بتایا۔

محمد علی کی گاڑی جونہی ویران جگہ سے گزرنے لگی تو ایک گاڑی نے انھیں اوورٹیک کیا اور ان کے آگے اس طرح سے رک گئی کہ روڈ بلاک ہو گیا۔ اس وجہ سے انھوں نے گاڑی روکی۔

گاڑی سے تین آدمی نکلے جو شکل سے ہی ڈاکو معلوم ہو رہے تھے۔ وہ گاڑی کی طرف آئے اور اس پر بندوق کا بٹ مارا اور بولے:

اترو، نیچے اترو۔" لیکن انھوں نے کوئی حرکت نہ کی تو وہ پھر سے بولا تھا:

اترتے ہو یا اپنے طریقے سے اتاروں؟" محمد علی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ غصے سے" انھیں گھورنے لگا جب آگے سے وہ پھر بولا:

اپنی یہ آنکھیں نہ دکھاؤ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چلو بھئی! شیشے توڑ ڈالو اور اسے باہر" نکالو۔" وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔ اس کے کہنے پر وہ اپنا کام سرانجام دینے لگے۔ یہ دیکھ کر محمد علی نیچے اترے اور بولے:

"آخر تم چاہتے کیا ہو؟"

ارے او بھولے بادشاہ! زیادہ انجان بننے کی ضرورت نہیں، جلدی سے رقم ہمارے حوالے" کر دو۔"

مگر میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔" وہ رکھائی سے بولا۔"

اچھا!" وہ طنزاً بولا۔" ارے یارو! ذرا اس کی خدمت تو کرو۔ ابھی بتائے گا کہ ہے یا نہیں۔""

وہ محمد علی کی طرف بڑھنے ہی لگے تھے جب ڈرائیور محمد علی کی طرف بڑھا تو اس ڈاکو نے اس کی ٹانگوں کی طرف فائر کھول دیا اور ساتھ ہی بولا۔

اگر ایک قدم بھی آگے بڑھے تو مارے جاؤ گے۔ اپنی جان کی پروا کرو۔" گولی اس کے گھٹنے" سے ذرا نیچے سے ہلکی سی چھو کر گزری تھی۔ مگر جب انھوں نے محمد علی کو مارنا شروع کیا تو یہ

دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور اسے بچانے کی کوشش میں خود بھی زخمی ہوا۔ اسی وقت ڈاکو نے ساتھیوں کو روکا اور پھر سے مطالبہ دہرایا۔

"میرے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو دے دیتا۔" وہ کراہتے اور غصے بھرے لہجے میں بولا۔

"ہاں جیسے دینے کے لیے ہی کھڑے تھے ناں۔" وہ طنزاً ہنستے ہوئے بولا۔ انھوں نے گاڑی کی تلاشی لی اور اس کی بھی تلاشی لی مگر جب انھوں نے وہاں رقم نہ پائی تو اسے چند ایک پاؤں مارے اور بکتے جھکتے چل دیے۔ محمد علی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ڈرائیور نے جلدی سے ہادی کو فون کیا۔ پھر وہ اسے ایمبولینس میں لے کر ہسپتال پہنچا تھا۔ ہادی جائے واردات پر پہنچا اور وہاں کے حالات کو دیکھا گاڑی بے حد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔

اس نے پتا پوچھا کہ وہ کس ہسپتال میں ہیں اور اس طرف چل دیا۔ ساتھ ہی حنان علی کو بھی اس ہسپتال آنے کا کہا۔

ڈاکٹر کمرے سے باہر نکلا اور پوچھا:

"حنان علی کون ہے؟" حنان علی آگے آیا۔ ڈاکٹر اسے لیے اندر کی جانب بڑھ گیا اور پھر اسے کہا:

"انہیں زیادہ بولنے کی اجازت نہیں لیکن یہ بے حد اصرار کر رہے ہیں۔ آپ ان کی بات سن لیں۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ باہر نکل گئے۔ حنان علی اس کے قریب آئے تو وہ بولا:

حنان بھائی میری حالت اب جواب دے رہی ہے۔اگر میں مر جاؤں تو میرے بیٹے کو باپ "
کا پیار دینا اور اپنا وعدہ بھی پورا کرنا۔اس کی کسی غلطی پر اسے چھوڑ نہ دینا بلکہ اس کو سدھارنے
کی کوشش کرنا۔پتہ نہیں مجھے یوں کیوں لگتا ہے جیسے میرا بیٹا میرے بعد اکیلا رہ جائے گا اور
"تم اسے چھوڑ دو گے۔
اگر تم اتنے ہی غمگیں ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔"اتنے میں "
ڈاکٹر آ گیا اور انھیں باہر جانے کو کہا۔محمد علی نے کہا۔
حنان بھائی! اپنا وعدہ یاد رکھنا۔"وہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکل آیا۔انھیں بے حد گہری "
چوٹیں آئی تھیں۔اس وجہ سے ڈاکٹرز زیادہ پر امید نہ تھے۔
سوری! ہم انھیں نہیں بچا سکے۔ڈاکٹر جونہی باہر نکلا تو بولا۔ہادی سرخ آنکھوں سے "
: گھورتے اس کی طرف بڑھا۔پھر گریبان سے پکڑتے ہوئے بولا
کیوں مارا؟ کیوں مارا! میرے بابا کو؟"وہ اسے جھنجھوڑتے ہوئے بولا۔"
تم لوگ ہو ہی ایسے سب کو مار دیتے ہو۔مار دیا نا میرے بابا کو بھی۔"اس کی آواز کے ساتھ "
آنسو شامل تھے جو کہ اس کے دکھ کی کیفیت کو ظاہر کر رہے تھے۔
اب تم مجھے بھی مار دو۔"ہادی اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گردن پر رکھتے ہوئے بولا۔پھر "
اس کے ہاتھ چھوڑ کر وہ حنان علی کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بولا۔
چچا جی۔۔۔۔۔۔!اس نے میرے بابا کو مار دیا۔آپ۔۔۔۔۔۔آپ۔۔۔۔۔میرے "
ساتھ چلیں یہ جھوٹ بولتا ہے۔میرا بابا نہیں مرا۔۔۔۔میرے بابا نے خود مجھ سے کہا تھا کہ

میں ابھی گھر آجاؤں گا۔" وہ انھیں کھینچتے ہوئے اندر لے جانے لگا۔ وہاں موجود سب کی آنکھیں نم ہو گئیں خود ڈاکٹر بھی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ حنان علی نے نم آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا اور بولا:

"نہیں بیٹا! وہ۔۔۔۔۔ وہ درست کہہ رہے ہیں۔"

نہیں۔۔۔۔۔۔" وہ خوف زدہ ہو کر چیخا۔"

آپ۔۔۔۔۔ آپ سب بہت برے ہیں۔ سب۔۔۔۔۔ سب جھوٹ بولتے ہو۔۔۔۔،"

میرا بابا میرا انتظار کر رہا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔۔ وہ انتظار کر رہا ہو گا۔ میں خود ان کے پاس جاتا ہوں۔ وہ سو رہے ہوں گے۔ پھر جب میں انھیں بلاؤں گا تو وہ جاگ جائیں گے۔" وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگا اور ساتھ ہی اس کمرے کی طرف بڑھنے لگا مگر حنان علی نے جب اسے پکڑا تو وہ چلانے لگا۔ چلاتے چلاتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔

وہ حویلی جہاں کچھ دیر پہلے خوشیاں رقص کر رہیں تھیں اب وہاں غم کی صفیں بچھ گئیں تھیں۔ ان کے گاؤں میں جب بھی کوئی مرتا تھا تو وہ دھاڑیں مار کر رونے کی بجائے قرآن پاک پڑھ کر اسے بخشتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ رونے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے اور میت کو تکلیف نہ دیا کرو۔

اس وقت بھی سب قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ مردوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔ ہادی قرآن پاک پڑھتے پڑھتے آنکھوں میں آئے آنسو بازو سے صاف کرتا۔ جو پھر اسی شدت سے باہر نکل آتے وہ اسی طرح روتے روتے قرآن پاک پڑھتا رہا۔ سب پر غم بڑا بھاری تھا مگر صبر کو ہاتھ سے جانے نہ دیا گیا۔ ہادی یوں لگتا تھا جیسے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گیا ہو۔ وہ بکھر کر رہ گیا تھا۔

وہ ایک ہی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کئی گھنٹے گزار دیتا تھا۔ اس کا کھانا پینا تقریباً نہ ہونے کے برابر ہو گیا تھا۔

امی ہادی کہاں ہے؟" نور جو ابھی نہا کر آئی تھی، ماں سے پوچھا۔ وہ ابھی ابھی پچھلی طرف والے باغیچے میں گیا ہے۔ آمنہ بیگم نے جواب دیا۔

اچھا امی میں پھر اس کی طرف جا رہی ہوں۔" وہ دوپٹے کے ایک پلو کو سر پر لیتے ہوئے" بولی۔ روش کے دونوں طرف پھولوں کے پودے تھے جن پر رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس کے ارد گرد مختلف اقسام کے پودے تھے۔ اس کے کچھ فاصلے پر پیپل کا بڑا سارا درخت بڑی شان سے اپنے بازو پھیلائے کھڑا تھا۔ جس کے نیچے سبزے پر ہادی بیٹھا دکھائی دیا۔ اس نے ایک گلاب کے پودے سے ایک گلاب بڑی محبت سے توڑا اور ہادی کی جانب چل دی۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی دلنشیں مسکراہٹ تھی۔ جس کی وجہ سے اس کا ڈمپل نمایاں ہو رہا تھا۔ قریب جا کر اس نے اسے پکارا۔

میر....!" جب اسے ہادی پر پیار آتا تو وہ اسے اس کے نام کا پہلا حصہ لے کر پکارتی تھی۔"

ہادی اسکن کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔وہ دور گلاب کے پودے پر نگاہ جمائے ارد گرد سے بیگانہ تھا۔اسی وقت اس کی نمی میں اضافہ ہوا جب نور نے اسے پھر سے پکارا لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ہادی نے جلدی سے اوپر دیکھا تو نور نے آبرو اچکائے جیسے

:پوچھا ہو

کیا ہوا؟""کچھ نہیں۔"اس نے کہنے کے ساتھ ساتھ بازو سے آنسو صاف کیے اور نفی میں" سر بھی ہلایا۔

یہ لو میر۔۔۔۔۔"اس نے گلاب اس کی طرف بڑھایا۔اس نے سوالیہ نگاہوں دیکھا تو اس" نے سر کا خفیف سا اشارہ کیا۔ہادی نے اس سے پھول لے لیا۔

آؤ باہر چلتے ہیں۔"وہ ہادی کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولی تھی۔"

نہیں یہی جگہ ٹھیک ہے۔"وہ پھول کی پتی کو نرمی سے ہاتھ لگاتے ہوئے بولا۔"

تم اٹھو تو سہی چلو پھر وہاں چلتے ہیں۔"اس نے دور درختوں کے جھنڈ کی طرف اشارہ کیا" جہاں دو بڑے بڑے پتھر رکھے تھے جن پر اکثر بیٹھ کر وہ باتیں کرتے تھے۔ہادی نے ایک دفعہ اسے دیکھا اور پھر اٹھ کر اس کے ساتھ اس طرف آگیا پھر نور اسے مختلف باتوں سے اس حالت سے دور لے آئی۔اسی دن نور نے ہادی کو دوبارہ کوئی گانا گانے کی فرمائش کی۔پھر کچھ دنوں بعد اس نے ایک گانا سنایا جو کہ نور نے اپنے پاس موبائل میں محفوظ کر لیا۔پہلے والے

گانے بھی اس کے پاس محفوظ تھے۔اس نے وہ گانے ٹی وی اور ریڈیو والوں کی طرف بھجوا دیے۔ہادی کو پھر سے ٹی وی اور ریڈیو والوں کی طرف سے گانا گانے کی فرمائش ہوئی جس کے لئے نور نے ہی اسے گانے کا کہا۔

جب حنان علی کو معلوم ہوا تو اس نے وہ کر دیا جس کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔

میں اپنی بیٹی کسی گانے والے عاشق کو نہیں دے سکتا۔"ہادی نے جب رشتے سے انکار کا" سبب پوچھا تو حنان علی نے اسے غصے سے جواب دیا۔

لیکن۔۔۔۔۔چچا جی! میں یہ سب چھوڑ دوں گا۔"وہ غمزدہ ہو کر بولا۔"

لیکن اب تمہارے چھوڑنے سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں اس" جگہ رہوں گا نہ ہی نور اور آمنہ کو رہنے دوں گا۔"اس کے کانوں میں صور پھونک کر وہ جا چکا تھا اور ہادی کے لیے اب پریشانیاں کھڑی ہو چکی تھی۔وہ وہی بیٹھتا چلا گیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار نکلنے لگے۔زمینوں کو حنان علی پہلے ہی مزارع کے ذمے لگا چکا تھا جب محمد علی قوت ہوا تھا تو کام کرنے والا کوئی نہ تھا۔اس لیے حنان علی نے وہ زمینیں مزارع کو رکھوالی کے لیے دے دی تھی۔ہادی کچھ دیر تو وہیں بیٹھا روتا رہا پھر اٹھ کر باہر چل دیا۔کچھ دور اسے حنان علی کھڑے نظر آئے۔وہ ان کی جانب چل پڑا۔گاؤں کے چند شر پسند لوگوں نے الٹی سیدھی باتیں اس طرح سے بتائی کہ حنان علی نے یہاں سے جانے کا ارادہ کر لیا اور

اس وقت اسے بھائی کی نصیحت تک یاد نہ رہی۔انھوں نے کئی ایسی باتیں بھی کیں جو کہ کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ حنان علی نے بجائے ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچنے کے،اس رشتے سے انکار کر دیا جس کے بارے میں وہ بھائی سے وعدہ کر چکا تھا۔ابھی محمد علی کی وفات کو چھ ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ حنان علی نے رشتے سے ہی انکار کر دیا۔

ہادی، حنان علی کے قریب پہنچااور انھیں پکارا۔

چچاجی۔۔۔۔۔!"اس کی آواز میں تڑپ تھی اور آنکھوں میں نمی بھی بڑی واضح دکھائی دیتی" تھی۔

چاچاسائیں میں مانتاہوں۔"اس کی آواز گلے میں اٹک رہی تھی اور ساتھ میں آنسوؤں کی" آمیزش تھی۔"میں مانتاہوں کہ میری یہ غلطی آپ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔لیکن معافی کی گنجائش بھی تو ہوتی ہے۔دیکھیں میں آپ کے پاؤں پڑتاہوں۔آپ یوں نہ کریں میں مر جاؤں گا۔"وہ روتے ہوئے ان کے پیروں میں آن بیٹھا۔

:حنان علی جلدی سے پیچھے ہوئے اور غصے سے بولا

تو مر جاؤ۔۔۔۔۔یہاں فرق کسے پڑتاہے۔اس سے تو بہتر ہے کہ مر جاؤ ہے۔جو تم کر رہے" ہو۔"وہ کہنے کے ساتھ ہی چل دیے جبکہ ہادی وہاں بیٹھا روتا رہا۔باقی گھر والے اس افتاد سے بے خبر تھے۔

میر!تمہاری آنکھیں سرخ کیوں ہو رہی ہیں؟"جونہی ہادی رات کو گھر میں آیا،اس کی" آنکھیں دیکھ کر نور نے پوچھا۔

دونوں بیگمات بھی اس کی طرف متوجہ ہوئیں تھیں۔ وہ بے حد بے چین لگ رہا تھا۔

"بس کچھ نہیں تمہارا وہم ہے تم پریشان نہ ہو۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی مگر چہرے نے ساتھ نہ دیا اور آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں۔ چونکہ حنان علی نے اس سے ڈیرے پر بات کی تھی اس وجہ سے وہ لاعلم تھیں۔

"ہادی صحیح صحیح بتاؤ ہوا کیا ہے؟ کیا کوئی پریشانی ہے؟ مجھے بتاؤ میں حل کرنے کی کوشش کروں گی۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"تم حل کر ہی نہیں سکتی۔۔۔۔۔۔ بلکہ تمہارے بات کرنے سے وہ اور زیادہ بگڑ جائے گی۔" کہنے کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔ نور بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ جبکہ دونوں بیگمات پریشان ہوا ٹھیں اور ان کو آگے پیچھے جاتا دیکھنے لگیں۔

ہادی سے جب نور نے بار بار پوچھا تو اس نے سب کچھ واضح الفاظ میں بتا دیا۔ نور یہ سن کر سکتے میں آگئی پھر تھوڑی دیر بعد اس نے اس خاموشی کو توڑا۔

"میں بات کروں بابا سے؟"

"نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ جو وہ بات کہہ کر گئے ہیں وہ ضرور کریں گے۔ تمہارے بات کرنے سے اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ بس تم اتنا کرنا کہ ابھی امی اور چچی کو مت بتانا۔ صبح تک دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ تم اس طرح سے رہنا جیسے تمہیں اس بات کی کوئی خبر نہیں۔ ٹھیک ہے؟" وہ اسے تو سمجھا رہا تھا مگر اس کا خود کا دل یہی چاہ رہا تھا کہ وہ اسے کہہ دے کہ:

"ہاں نور! تم بات کر کے دیکھو کیا پتا۔۔۔۔۔؟"

ٹھیک ہے۔"اس نے مرے مرے انداز میں کہا۔"

تم امی اور چچی سے کوئی بہانہ کر لینا۔اب جاؤ تم اگر چچا نے دیکھ لیا تو تماشا بن جائے گا۔"نور" کی خود کی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔

پلیز رونا مت، تمہارے رونے سے مجھے اور زیادہ تکلیف ہو گی۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔"

اس نے ایک نظر ہادی کو دیکھا اور ہاتھ کی پشت سے آنسو جو ابھی آنکھوں میں تھے، پونچھے اور باہر نکل آئی۔

جب آمنہ اور ثمرہ بیگم نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا گہرا دوست چھوٹی سی بات پر ناراض ہے اس وجہ سے وہ پریشان ہے۔

چلو بھئی! جو کچھ لینا ہو لے لو۔آج رات بارہ بجے ہماری فلائٹ ہے۔ہم نیویارک جا رہے" ہیں کچھ عرصے کے لئے۔"حنان علی کمرے میں آ کر آمنہ بیگم سے بولے تھے۔

وہ ثمرہ اور ہادی بھی جا رہے ہیں؟"آمنہ بیگم نے پوچھا۔"

نہیں بس ہم تینوں ہی جا رہے ہیں۔"انہوں نے سامان نکال کر بیگ میں رکھنا شروع کر دیا" جبکہ آمنہ بیگم نور کو بتانے چل دی۔آٹھ بجے تک انہوں نے سامان گاڑی میں رکھ لیا تو حنان

علی مزارع سے کوئی بات کرنے چلے گئے جبکہ آمنہ بیگم نے ثمرہ بیگم کو ساری بات بتائی اور اپنا خیال رکھنے کی تاکید کی۔

امی میں ہادی سے مل آؤں؟" نور نے ماں سے پوچھا۔"

ہاں بیٹا! مل آؤ لیکن جلدی واپس آنا۔" آمنہ بیگم نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔"

مگر ہادی تو گھر میں نہیں ہے۔ وہ صبح سویرے ہی کہیں باہر گیا تھا اور ابھی تک نہیں لوٹا کل" رات سے اس نے ایک نوالہ تک نہیں لیا۔ پتا نہیں اس قدر پریشان کیوں ہو رہا ہے، دوست تو ناراض ہوتے رہتے ہیں مگر یہ تو۔۔۔۔" ثمرہ بیگم کی پریشانی بے حد بڑھی ہوئی تھی۔

یاروں، دوستوں کے ساتھ کھا لیتا ہو گا۔ تم پریشان نہ ہوا کرو سب ٹھیک ہو جائے گا اگر" ابھی آتا ہے تو میں اسے سمجھاتی ہوں کہ تنگ نہ کیا کرے۔" اسی وقت حنان علی آئے اور ثمرہ بیگم سے مل کر انھیں باہر آنے کا کہا اور خود جلدی سے باہر نکل آئے اور گاڑی میں بیٹھے جبکہ نور اور آمنہ بیگم ابھی جا رہے تھے کہ ہادی گھر میں داخل ہوا۔ وہ بے حد کمزور لگ رہا تھا۔ آنکھیں ابھی بھی سرخ اور نمی سے بھری تھیں۔ اس نے حنان علی کو دیکھا جس نے اسے دیکھ کر لب بھینچے تھے کیونکہ ابھی جب وہ آ رہا تھا تو ہادی نے ایک بار پھر انہیں منایا تھا۔ وہ اس کے سامنے اس قدر گڑگڑایا تھا کہ اگر وہ اس قدر گڑگڑا کر معافی مانگتا تو خدا بھی اسے معاف کر دیتا مگر اس میں اتنا ظرف نہ تھا کہ وہ اسے اس چھوٹی سی غلطی پر معاف کر دیتا۔ ہادی شکست خوردہ سا اندر جانے لگا تو آمنہ بیگم نے اسے پکارا اور بولی:

ہادی بیٹا! امی اپنی کو تنگ نہ کرنا اور ذرا جلدی واپس آیا کرنا۔ تمہاری ماں اب اکیلی ہو گی۔ ہم "
جلد واپس آئیں گے۔" ہادی کی آنکھوں گرم سیال پانی نکل کر گریبان میں گر گیا۔
آجاؤ بھئی! دیر ہو رہی ہے۔" حنان علی جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں بولے تو آمنہ بیگم نے "
تسلی بھرا ہاتھ ہادی کے کندھے پر رکھا اور پھر آگے بڑھ گئی۔ نور اس کے قریب آن رکی اور
: فقط اتنا دھیمی آواز میں کہا
ہادی اپنا خیال رکھنا۔ مجھے یقین ہے ہم جلد ملیں گے۔" اس نے ایک نظر نور کو دیکھا اور پھر "
اس کی نگاہ سیاہ چپل میں مقید گندمی پیروں تک چلی گئی جو کہ اب گاڑی کی طرف بڑھ رہے
تھے۔ گاڑی چل پڑی تھی وہ گاڑی کی طرف دیکھتا رہا اور گرم گرم آنسو زمین پر گر کر اپنی
وقعت کھوتے رہے۔ گاڑی کے اوجھل ہوتے ہی وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگا اور پھر بیڈ پر
بیٹھ کر کتنی دیر تک روتا رہا۔ ثمرا بیگم نے اسے روتے دیکھا تو اسے اطلاع دینا چاہی۔
"وہ جلد آئیں گے۔"
وہ نہیں آئیں گے مما۔۔۔۔۔ نہیں آئیں گے۔۔۔۔۔ چاچا سائیں نے رشتے سے انکار کر دیا"
ہے اور وہ اسی وجہ سے ہی گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ گانے والے عاشق کو اپنی بیٹی نہیں
دے سکتے۔ ماں۔۔۔۔۔۔" وہ دکھ سے بولا اور آنسوؤں میں روانی آگئی۔
ماں! میں مر جاؤں گا اس کے بغیر۔۔۔۔۔۔ مر جاؤں گا۔" وہ زور زور سے گردن نفی میں "
ہلاتے آنسو بھری آواز میں بولا تھا۔
ثمرہ بیگم ساکت بیٹھے اسے دیکھ رہی تھی۔

ماں۔۔۔۔۔آپ کچھ کریں ورنہ۔۔۔۔۔۔۔ورنہ آپ کا بیٹا مر جائے گا۔میں نے چچا سے یہ سب چھوڑ دینے کا بھی کہا مگر وہ پھر بھی نہیں مانے۔میں کیا کروں؟کیا کروں کہ وہ مان جائیں۔آپ ہی کچھ بتائیں نا۔۔۔۔۔۔"وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلاتے ہوئے بولا۔ثمرہ بیگم کا سکتا ٹوٹا اور اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"نارو میرا بچہ!وہ جلد واپس آئیں گے۔میرا اللہ تمہیں تمہاری نور ضرور دے گا۔"

ثمرہ بیگم نے اسے تسلی دی۔اس کے بعد اس نے اسے بڑی مشکلوں سے کھانا کھلایا اور پھر سکون کی گولی دے کر وہیں بیٹھ گئی اور اس کا سر گود میں رکھ کر کچھ سوچتے ہوئے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی۔

ہادی باغیچے میں داخل ہوا تو دور اسے نور ٹہلتی دکھائی دی وہ بغیر آہٹ کیے گیا اور ہاؤ کر کے اسے ڈرایا وہ ڈر کر اچھلی اور ہادی اس کو دیکھ کر زور سے ہنسا۔نور اس کے پیچھے مارنے کے لئے لپکی اور وہ ہنستے ہوئے بھاگا۔ہادی یہ واقعہ یہ سوچ کر نم آنکھوں سے مسکرایا۔وہ آج باغیچے میں بیٹھا تھا۔اسے کچھ ماہ پہلے کی بات یاد آئی۔نور کی یاد اب بہت آتی تھی۔جب کوئی دور ہو تو اس کی یاد شدت سے آتی ہے۔

آمنہ بیگم کو نور نے سب کچھ بتا دیا تھا جسے سن کر وہ بھی حیران ہوئی تھی۔ حنان علی نے بھی ان سے رابطہ نہ کرنے کا کہا۔ نئے گھر میں دونوں سوچوں میں گم رہتی۔ نور اکثر روتی رہتی تھی۔ اس کا کھانا پینا بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے لیکن چہرے کی معصومیت اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔

اس دن ماں کی اجازت سے پارک میں آئی تھی۔ حنان علی صبح کہیں چلے جاتے تھے۔ وہ سنگی بینچ پر بیٹھ گئی۔ اسے تھوڑی دور گلاب کے پھول نظر آئے۔

پھر وہ واقعہ یاد آیا جب وہ ساتویں جماعت میں تھے اور سکول سے گھر کی طرف آ رہے تھے تو "اس نے گلاب دیکھ کر ہادی سے کہا تھا کہ "ہادی وہ گلاب تو لے آؤ۔

نہیں بھئی ! میں نہیں جاتا۔ وہ دیکھو اس کے ساتھ ڈوگی بھی بیٹھا ہے۔" اس نے اس طرف" اشارہ کیا جہاں کالے رنگ کا کتا بیٹھا تھا جو کہ رکھوالی کے لئے تھا شاید۔

تو کیا ہوا؟ تم چپکے سے لے آنا بس۔ اگر نہ لے آئے تو میں ناراض ہو جاؤں گی اور بولوں گی" بھی نہیں۔" نور کو اب سوچ کر ہی ڈر لگنے لگا تھا کہ کس طرح اس نے ہادی کو بھیجا تھا۔ اس قدر ڈراؤنی شکل والا کتا جس کو دیکھ کر ہی ڈر لگتا تھا۔ وہ اس کے ناراض ہونے سے ڈرتا تھا کیونکہ ایک وہی تھی جو اس کی اچھی دوست تھی۔

اچھا اچھا جاتا ہوں۔" وہ پھر دبے قدموں اس طرف جانے لگا پھول توڑ کر جونہی آدھا" فاصلہ طے کر آیا تو کتا جاگ گیا اور بھونکنے لگا وہ ڈر کر بھاگا تو کتا پیچھے لگ گیا۔ اس کا جوتا اس وجہ

سے اندر رہ گیا جبکہ بیگ نور کے پاس تھا اس وجہ سے وہ باہر نکل آئے اور دروازہ جلدی سے بند کر دیا پھر پھول اس کی طرف کرتے ہوئے بولا:

"یہ لو لے آیا۔" اس نے پھول نہ چھوڑا تھا پھر خوشی خوشی اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ ایک دم سے اس کے آنسو جو اس کی آنکھوں میں تھے پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر نکل آئے۔ دونوں ہاتھ سنگی بینچ پر رکھے سر جھکائے وہ رونے میں مشغول تھی جب ایک شخص اس کے قریب آن رکا اور بولا:

"Hello little girl! why are you weeping?"

نور نے چونک کر اسے دیکھا اور نفی میں گردن ہلائی اور پھر تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے چلی گئی جبکہ اس شخص نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گیا۔

"کیوں مارا میرے ہادی کو؟" نور جو ابھی ابھی کالج سے باہر نکلی تھی اس نے دیکھا کہ ایک لڑکے نے ہادی کو تھپڑ مارا ہے۔ وہ تیزی سے اس طرف آئی اور اسے غصے سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میرے ہادی کو۔۔۔۔۔!" وہ استہزایہ ہنسا اور ساتھ میں اسکی نقل اتاری۔

"ہاں میرے ہادی کو۔" وہ بایاں ہاتھ دل پر رکھتے ہوئے بولی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے لڑکے نے طنزاً اور اشارہ کرتے ہوئے کہا:

شکل دیکھی ہے اس کی۔" نور نے کھینچ کے ایک تھپڑ اسے مارا اور وہ گرتے گرتے بچا۔"
آئندہ اگر اسے ہاتھ بھی لگایا تو بہت ماروں گی۔ اس سے دور رہنا تم، سمجھے؟" وہ اسے دھکا"
دیتے ہوئے بولی۔ وہ لڑکا کبھی اس کو دیکھتا تو کبھی اس ہاتھ کو دیکھتا جس سے اسے تھپڑ مارا گیا
تھا۔

چلو ہادی۔" وہ ایک طرف کھڑے ہادی کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔ پھر وہ دونوں بائیک کی"
طرف بڑھ گئے جبکہ لڑکا گال پر ہاتھ رکھے غصے سے انھیں گھورتا رہا۔ ہادی نور کے کمرے میں
بیٹھا تھا۔ وہ تصویریں دیکھ رہا تھا۔ جس میں نور نے وہی سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی نم آنکھیں
گرم سیال پانی سے بھر گئیں۔ اس نے بازو سے آنسو صاف کیے اور دوبارہ تصویریں دیکھنے
لگا۔

تین ماہ سے مسلسل ہادی کو گانے کی آفرز آ رہی تھی مگر وہ انکار کرتا آ رہا تھا۔ آج انھی کے دو
آدمی جو ٹی وی پر کام کرتے تھے، اسے دوبارہ ٹی وی پر آنے کا کہنے آئے تھے۔ حالانکہ ہادی
حویلی چھوڑ کر آ چکا تھا اور اس گھر کا کسی کو بھی پتہ نہ تھا چھوٹا خوبصورت، نفاست سے سجا گھر،
جس کے پیچھے چھوٹا سا باغیچہ تھا، اسے میٹرک کے رزلٹ پر بابا سے گفٹ کے طور ملا تھا، جس
کے بارے میں کسی کو علم نہ تھا مگر پتہ نہیں انھیں کیسے خبر ہو گئی کہ وہ یہاں تک چلے آئے۔
جب ہادی کسی طور پر نہ مانا تو ایک آدمی جو کہ نور کے بارے میں جانتا تھا، یہ وہی آدمی تھا جسے
:نور نے گانے بھجوائے تھے، بولا

اگر میڈم ہوتیں تو ہمیں کبھی مایوس نہ کرتیں۔" دوسرا آدمی جو چالاک اور ذہین تھا، جھٹ "
:سے بولا
سر جی! آپ میڈم کی خاطر ہی گالیں۔" ہادی نے جب یہ سنا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ "
:نمی کو اس سے چھپانے کے لیے کہا
اچھا ٹھیک ہے! میں۔۔۔۔۔" اس کی زبان لڑکھڑائی۔ "
میں آجاؤں گا۔" وہ جو کوئی دوسرے الفاظ بولنا چاہ رہا تھا فقط اتنا کہہ سکا۔ "
شکریہ سر جی!" وہ سلام کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے چلے گئے۔ یوں وہ پھر سے اس میں "
مصروف ہو گیا۔ اب اس کے گانوں میں جدائی اور دوری کی باتیں ہوتی تھیں۔ اب وہ بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ جن لوگوں نے غلط باتیں کر کے ان میں دوری پیدا کی تھی، اب وہ پچھتا رہے تھے کیونکہ ہادی ہر ایک کے کام آتا تھا۔ وہی لوگ تھے جن کے ساتھ ہادی مخلص تھا مگر انھوں نے اپنا گھٹیا پن دکھایا، اب انھیں پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔
دنیا ظالم ہے۔ پہلے لوگوں میں دوری پیدا کرواتی ہے اور پھر اس پر افسوس بھی خود ہی کرتی "
"ہے۔
اس دن ہادی گانا گا رہا تھا جب اس کے کانوں میں حنان علی کی آواز گونجی۔
تو مر جاؤ۔" اس کی آواز میں آنسو کی ملاوٹ ہوئی تھی، گانے کو نیا سرور ملا تھا۔ اس کی آواز "
میں نمی نے اسے نیا سرور بخشا تھا۔ اس کے گانے بے مقبول ہو رہے تھے۔ وہ گانا بہت مقبول

ہوا۔ دوسرے ممالک میں بھی کئی لوگوں نے اسے بار بار سنا۔ کئی چینل نے اس گانے کو بار بار ریوائنڈ کر کر کے وہ جگہ جہاں آنسوں کی آمیزش ہوئی تھی، چلایا تھا۔

اس دن وہ بے حد اداس تھا۔ اسے نور کی یاد بہت زیادہ آ رہی تھی۔ اس نے فیس بک پر اپنی تصویر کے ساتھ شعر لکھ کر اپ لوڈ کیا۔

ضرورت تھی مجھے جب بھی کسی کے پاس ہونے کی

انہی مخصوص لمحوں میں مجھے اپنوں نے چھوڑا ہے

کئی سوال ایک ساتھ ابھرے تھے اور وہی وقت تھا جب نور نم آنکھوں سے پہلی بار اس کی آئی چیک کر رہی تھی۔ شعر پڑھتے ہی اس کی آنکھوں کی نمی بڑھی۔

کتا ابھی تک بھونک رہا ہے، میں سمجھا تھا چپ ہو گیا ہو گا۔" حنان علی نے جب کہیں سے " اس کا گانا سنا تو غصے سے بولا تھا۔ یہی الفاظ جب ہادی تک پہنچے تو وہ ٹوٹ کر رو یا۔ وہ جو پہلے ہی غمزدہ تھا، ان الفاظ نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔

کتنے عرصے بعد وہ کسی کام سے حویلی آیا تھا۔ اسے وہ وقت یاد آیا، جب وہ اسٹور روم کے سامنے سے گزر رہا تھا اور اسٹور روم کے کھلے دروازے سے نور مٹی سے پر، جھاڑو ہاتھ میں اٹھائے نکلی تھی۔ وہ ڈر کر اچھلا اور پھر اس کی طرف دیکھ اس قدر زور سے ہنسا تھا کہ وہ اسے گھورتے ہوئے جھاڑو مارنے کے لیے دوڑی تھی۔

متعدد دوسرے واقعات بھی اسے یاد آئے۔ وہ گھر کا کونا کونا دیکھتے ہوئے نور کو سوچتا رہا۔ ہر طرف نور کی باتیں سنائی دیتی رہیں۔

ہادی پٹیوں میں جکڑا تھا اور اس کا چہرہ درد کی وجہ سے عجیب لگ رہا تھا- کمزوری نمایاں تھی وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا، جیسے وہ خواب کی کیفیت میں تھا۔ پھر اچانک اس نے چیخ ماری اور چچا جی پکارا اور زور زور سے رونے لگا۔ حنان علی نے ہادی کو خواب میں دیکھا تھا پھر اسی خواب میں اس نے محمد علی کو دیکھا جو کہہ رہے تھے:

"حنان علی تم نے وعدہ پورا نہ کیا۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔ میں تمہیں اس کے لیے کبھی بھی معاف نہیں کروں گا اگر تم نے میرے بیٹے کو اور زیادہ تکلیف دی۔ میرا بیٹا وہاں پل پل مر رہا ہے اور تم یہاں سکون کرتے ہو۔" وہ غصے ہوئے لگا۔ حنان علی کی آنکھ کھل گئی۔ کچھ دیر تو وہ چھت کو گھورتے رہے۔ وہ پسینے کی وجہ سے بھیگ گئے تھے۔ وہ اٹھے اور نماز کا وضو کر کے دو رکعت نوافل ادا کیے۔

آج ہادی نے ایک اور شعر پوسٹ کیا تھا۔

تمہاری بے رخی و بے وفائی کے بعد

اور کوئی دوست ہم سے بنایا نہ گیا

نم آنکھوں سے نور نے وہ شعر پڑھا اور پھر کانپتے ہاتھوں سے میسج لکھنے لگی تھی۔اس نے آج پہلی بار اسے میسج بھیجنے کا سوچا۔

ہمارے لیے تو صرف اس کا نام ہی رہ گیا لینے کے لیے

وہ شخص تو کب کا کھو چکا ہم سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہادی نے میسج پڑھا اور پھر کچھ لکھنے لگا۔

ہادی جنگل میں بھاگتا دکھائی دیا۔اس کے پیچھے کتے لگے ہوئے تھے۔ہادی ان سے بچنے کی پوری کوشش کر رہا تھا مگر وہ ان سے بچ نہیں پا رہا تھا۔کتے اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ان کتوں نے ہادی پہ حملہ کر دیا۔دور کہیں اذان کی آواز آ رہی تھی۔

نور جو ابھی تہجد کی نماز پڑھ کر سوئی تھی۔اس نے خواب دیکھا۔اس نے کتوں کو حملہ کرتے دیکھا تو چیخ مار کر اٹھی۔اذان کے آخری بول سنائی دیے جو خواب میں سنائی دے رہی تھی۔

اس علاقے میں مسجد سے روزانہ اذان دی جاتی تھی۔نور تھر تھر کانپ رہی تھی پھر خود کو تھوڑا کنٹرول کر کے وہ اٹھی اور نماز کے وضو کے بعد نماز فجر ادا کی اور نماز کے درمیان بھی آنکھوں سے آنسوں جاری رہے۔اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔پلکوں سے آنسو نکل کر ہتھیلی پر آن گرا۔اس نے رو رو کر ہادی کے لئے دعا مانگی۔

صبح ہوتے ہی اس نے ٹی وی کو چلایا جو صرف خبریں سننے لئے چلایا جاتا تھا۔اس وقت وہاں پر ہادی کے بارے میں بتایا جارہا تھا۔

مشہور سنگر میر ہادی پر قاتلانہ حملہ، لیکن بروقت امداد نے انہیں بچالیا۔بہت زیادہ خون" بہنے کی وجہ سے ان کی حالت بے حد نازک ہے۔اگر خون کا بندوست نہ کیا گیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"اس آواز نے نور کو جیسے ختم کر دیا ہو۔وہ وہیں صوفے پر بیٹھتی چلی گئی۔حنان علی سے باہر کی طرف چلے گئے۔وہ کانپتے دکھائی دیتے تھے۔

حنان علی فیملی سمیت پہنچ چکے تھے۔ڈاکٹر نے حالت بتائی اور ساتھ ہی او نیگیٹو بلڈ گروپ کا بھی انتظام کرنے کا کہا۔نور تو یہ سن کر ہی رونے لگی۔حنان علی نے تسلی دی اور خود خون کا انتظام کرنے چلے گئے کیونکہ تینوں میں سے کسی کا بھی خون نہ ملتا تھا۔وہاں پر بے حد رش تھا۔ان کے فینز نے ہی خون دے دیا تھا اور ہادی ہوش میں آگیا تھا۔ان کے فینز اس سے ملنے کے لیے آجارہے تھے۔ان کے بعد حنان علی گئے۔انھوں نے اس سے معافی مانگی۔ہادی نے جب نور کو دیکھا تو خوش ہو گیا اور اسی خوشی کی بدولت اس نے حنان علی کو بھی معاف کر دیا۔

ہادی جب ہاسپٹل سے واپس آگیا تو حنان علی نے اس کی شادی نور سے کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک ہفتے بعد ان کی شادی ہو گئی شادی کی تمام رسومات حویلی میں ادا کی گئیں۔شادی والے دن "نور اور ہادی کی جوڑی" بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔سب لوگوں نے ان کی بہت تعریف کی۔جن لوگوں نے انہیں دور کر دیا تھا وہ بھی بے حد خوش تھے کیونکہ ہادی کی وجہ

سے گاؤں کے تمام مسائل حل ہو جاتے اور لوگوں کے جھگڑے بھی ختم کروایا کرتا تھا۔ ہادی کے جانے کے بعد کئی طرح کے مسائل پیدا ہوئے جنہیں کوئی بھی حل نہ کر سکا۔

"یہ دنیا بے حد ظالم ہے کسی کو ساتھ ساتھ خوش دیکھ لے تو انہیں الگ کرنے میں دیر نہیں لگاتی مگر پھر جب وہ الگ ہو جائیں تب انہیں پچھتاوا بھی بڑا ہوتا ہے مگر پھر وہ کچھ نہیں کر سکتے" کیونکہ دور کرنا تو ایک لمحے کی بات ہے مگر دلوں کو دوبارہ جوڑنا بے حد مشکل ہے۔

شادی کے کچھ عرصے بعد نور، ہادی کے ساتھ آئی تھی تاکہ فصل وغیرہ کو دیکھ لے جو کہ ہادی نے خود اگائی تھی۔ گھومتے ہوئے وہ اس زمین تک آ گئے جس پر سبزی اگی ہوئی۔ ان پر بہت زیادہ پھول لگے ہوئے تھے۔ پہلے چند توری کی بیلیں تھیں، پھر کدو کی اور پھر آخر میں بھنڈی کے بہت سے پورے اگے ہوئے تھے۔ بادلوں نے آسمان کو ڈھکا ہوا تھا، موسم قدرے خوش گوار تھا۔ اتنے دن بعد گاؤں میں گھومنا انھیں بے حد خوشی مہیا کر رہا تھا۔ ہادی جھکا اور توری کا زرد پھول توڑ کر نور کی طرف بڑھایا۔ سر کے اشارے سے لینے کے لئے کہا۔ نور نے مسکرا کر پھول پکڑا اور پھر مصنوعی خفگی سے اسے دیا اور کہا:

"زرد پھول تو نفرت کی علامت ہوتا ہے۔" اس کے کہنے کی دیر تھی کہ ہادی نے جلدی سے آگے بڑھ کر کدو کا سفید پھول توڑا اور دیتے ہوئے کہا:

اچھا یہ لے لو یہ تو نہیں ہے نا۔" وہ اس کی جلدی پر مسکرائی تھی اور پھول لیا۔ ہادی نے "
دوبارہ ادھر ادھر دیکھا اور اس سے بھی زیادہ تیزی سے بھنڈی کے پودے سے زرد پھول توڑا
جو کہ درمیان سے سرخ رنگ کا تھا اور جلدی سے اسے دیا۔ وہ اس کی اس قدر تیزی پر قہقہ لگا
کر ہنسی۔ اس کی گالوں پر پڑتا ڈمپل بڑا پیارا لگ رہا تھا۔ ہادی اسے دیکھ کر مسکرایا اور پھر
: پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولا

یہ دنیا ہی ہر چیز کے بارے میں غلط اندازے لگاتی رہتی ہے۔ اب خود سوچو یہ تھوڑی نہ ہوتا"
ہے کہ جسے پیلا پھول دیا ہے اس سے نفرت ہو۔ اس سفید کو دینے سے دوستی تھوڑی نہ ہو
جاتی ہے، بس کوئی اچھا لگتا ہے تو ہم اسے دے دیتے ہیں۔ لازمی تو نہیں ہے دوست کو دیا
جائے اور اس پھول کا کیا مطلب ہوا؟" اس نے بھنڈی کے پھول کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا جو کہ باہر سے زرد رنگ کا تھا اور درمیان سے سرخ رنگ کا تھا۔

کیا کبھی یہ بھی ہوا ہے کہ محبت اور نفرت ایک ساتھ موجود ہوں؟ نہیں بالکل نہیں، یہ ہو"
ہی نہیں سکتا کہ بیک وقت ایک ہی شخص سے محبت بھی کی جائے اور نفرت بھی۔ پھول تو اللہ
پاک کی خوبصورت نعمت ہیں۔ دنیا کی باتوں پر دھیان دیا جائے تو پھر۔۔۔۔۔" وہ اسے دیکھ
: کر مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو کہ

سمجھ آگئی ہے؟" اس نے بھی مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ پھر انھوں نے کچھ دیر گھومنے اور "
باتیں کرنے کے بعد ٹیوب ویل کے ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ پھر وہ اپنے گھر کی
طرف چل پڑے۔ ہادی نور کو پچھلی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گھر میں

داخل ہوئے۔اسی وقت ہادی کی کسی بات پر نور نے قہقہہ لگایا، خود ہادی بھی ہنس رہا تھا۔جب آمنہ بیگم اور ثمرہ بیگم نے یہ دیکھا تو دونوں نے بیک وقت ان کی دائمی خوشیوں کی دعا کی جبکہ حنان علی نے شکر ادا کیا کیونکہ اتنے عرصے بعد اس طرح سے اچھا لگ رہا تھا۔ہر طرف ہی خوشیوں کی رم جھم ہونے لگی تھی جو کہ بے حد اچھی لگ رہی تھی۔

The End.....